حرف وسخن
HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

# علی اکبر ناطق کے افسانوں میں اسلوبیاتی وہیئتی تجربات

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون قادر

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد اعجاز تبسم

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

وسیم ارشد

معاون شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

**Abstract:**

Urdu fiction has achieved popularity in a very short time. This genre in Urdu came from the west and now this genre has been more than a hundred years. In the last hundred years, not only the themes of Urdu fiction have spread, but also the art, style. And there have been numerous experiments at the level of technique. It is worth noting that the amount of experiments in style and technique in Urdu fiction in Sobers is rarely found in other languages and genres. In the article in question, there is a detailed discussion on the changes, experiences, styles and techniques in the art of Urdu fiction. The gradual, stylistic or technical changes along the history of Urdu fiction have been studied. In this regard, the name of Ali Akbar Natiq is also very important.

**Keyword:**

اسلوب، ہیئتی تجربات، فلسفۂ حیات، داستان، خود کلامی، معمار

لفظ اسلوب عربی زبان کے لفظ "اسلوب (ا-س-ل-و-ب) مذکر واحد سے مشتق ہے۔ جس کی جمع اسالیب (ا-س-ا-ل-ی-ب) مذکر ہے۔ اردو میں بعض لوگ اسلوب کی بجائے اسلوب یعنی پیش کی بجائے زبر کی آواز کے ساتھ تلفظ کرتے ہیں۔ بغاوت میں پیش ہی کی آواز کو تسلیم کیا گیا ہے۔(۱)

کشاف تنقیدی اصطلاحات کے مطابق:

"اسلوب سے مراد کسی ادیب یا شاعر کا وہ طریقہ ادائے مطلب یا خیالات وجذبات کے اظہار وبیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادیت (انفرادی خصوصیات) کے شمول سے وجود میں آتا ہے اور چوں کہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، افتادِ طبع، فلسفہ ءحیات اور طرزِ فکر واحساس جیسے عوامل مل جل کر حصہ لیتے ہیں۔ اس لیے اسلوب کو مصنف کی شخصیت کا ہر تو اور اس کی ذات کی کلید سمجھا جاتا ہے۔"(۲)

ریاض احمد کے نزدیک:

"اسلوب تحریر کی اس صفت کا نام ہے جو ابلاغِ محض کی بجائے اظہار سے مختص ہے۔ ابلاغ حقائق کی پیش کش کا نام ہے۔ اظہار اس کے مقابلے میں حقائق کے شخصی ذاتی یا انفرادی تاثر کو پیش کرنے کا نام ہے۔ ابلاغ موضوع کی منطق تک محدود رہتا ہے اور اظہار پوری شخصیت کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلوب ادب میں تخلیق پاتا ہے۔"(۳)

والٹرپیٹر کے مطابق:

"بے شمار لفظوں کے درمیان ایک چیز کو ایک خیال ظاہر کرنے کے لیے ایک ہی لفظ ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں سے بھی کام چل سکتا ہے۔ مگر موزوں بیان جو بے مثل لفظ، تلفظ، فقرہ، اقتباس، مضمون یا نغمہ ہے۔ اس کی تنظیم وتربیت کا نام اسلوب ہے۔"(۴)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اسلوب لکھنے والی شخصیت کا عکس ہوتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ اسلوب مصنف کی شخصیت کا دوسرا نام ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا۔ یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس سے کسی ادیب کی شخصیت کے داخلی اور خارجی پہلوؤں کو دیکھ سکتے ہیں۔ افسانے کا تعلق چوں کہ نثر سے ہے تو نثری اسلوب پر بات کرتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

"نثر لکھنے یا بولنے والا جس جگہ آنکھ کھولتا ہے۔ جس ماحول میں اس کی نشو نما ہوتی ہے جو تہذیبی اور معاشرتی اثرات اسے ورثے میں ملتے ہیں۔ جن حالات میں اس کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے۔ جن لوگوں سے متاثر ہوتا ہے۔ اس کی دل چسپیاں ہوتی ہیں۔ جو ذہنی رجحانات اس کے یہاں پیدا ہوتے ہیں جن معنوں کا وہ مطالعہ کرتا ہے اور جو خیالات و نظریات اس کے یہاں تشکیل پاتے ہیں۔ ان سب کے مجموعی اثرات سے اس کا مخصوص انداز، آہنگ اور لب و لہجہ وجود اختیار کرتا ہے اور اس سے اس کی نثر پہچانی جاتی ہے جس کو وہ بولنے یا لکھنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔"(۵)

علی اکبر ناطق نے اپنے افسانوں میں اسلوب کے تجربات کیے ہیں۔ انھوں نے اپنے مخصوص اسٹائل کی وجہ سے بہت کم وقت میں زیادہ شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی زبان بڑی صاف، شستہ، آئینے کی طرح روشن، دلکش اور موئثر ہے۔ موصوف کی تحریر میں بے ساختگی بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہ چیزیں ان کے طرزِ ادا کی جان ہیں اور روح کو ایک گونہ مسرت بخشتی ہیں۔ علی اکبر ناطق کا اسلوب بہت ہی لطیف ہے۔ ان میں ایک انوکھا پن اور ندرت ہے۔ تشبیہ و استعارے کے ذریعے وہ قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لیتے ہیں۔ ان کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہے۔ وہ خزانے سے الفاظ نکالتے ہیں اور نگینے کی طرح جڑ دیتے ہیں۔ ان کی طرز نگارش بالکل ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کسی نے سنگ مر مر پر خوب صورت نگینے جڑ دیے ہوں، ایسے نگینے جو دیکھنے میں دلکش اور جاذبِ نظر ہوں۔ ان کے اندازِ بیاں میں سختی اور کرختگی کا فقدان ہے۔

علی اکبر ناطق کے فن کی عظمت کا راز ان کے مخصوص اندازِ بیاں میں مضمر ہے۔ وہ اپنے موئثر طرزِ نگارش کی وجہ سے افسانے میں جان ڈال دیتے ہیں اور افسانے کی روح میں تازگی پھونک دیتے ہیں۔ ان کے افسانے اپنے اندازِ بیان کی وجہ سے بے مثل ہیں۔ ان کی طرزِ نگارش کے چند خوب صورت نمونے درج ذیل ہیں:

"وہ کھلے گراونڈ میں کرسی پر بیٹھا، اتنا پر سکون تھا، جتنا کوئی خزاں رسیدہ درخت ہو سکتا ہے۔ پشت کو کرسی پر ٹکا کر، دونوں پاؤں زمین پر سیدھے رکھے، اس کی نظریں آسمان کی بلندی پر دائرے میں اُڑتی ان چار عدد چیلوں پر تھیں، جو ہر چکر کے بعد مزید بلند ہو جاتیں اور اب نقطوں کے برابر رہ گئی تھیں۔ میں اس کے پیچھے چپکے کھڑا دیکھتا رہا۔ مجھے یقین تھا، میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ جب وہ سفید موتی جیب سے نکالے گا تو میں ضرور دیکھ لوں گا لیکن کافی دیر کھڑے رہنے کے باوجود ایسا نہ ہوا۔ وہ ہر طرف سے ساکت، دونوں بازو کرسی کی دستیوں پر رکھے بیٹھا رہا۔ اس کی نظریں چیلوں سے ہٹ کر، سکول کی چار دیواری سے باہر آموں کے باغ کی طرف مڑ گئیں۔ جہاں رنگ رنگ کے پرندے سبز پتوں میں جھول رہے تھے اور تین بچے اُچھل اُچھل کر آم کی موٹی شاخوں سے اُلٹے سیدھے لٹکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں دل ہی دل میں اس پر تلملانے۔ لگا۔ آخر وہ کیوں اپنا ہاتھ جیب کی طرف لے جا کر انڈے کے برابر کا سفید موتی نہیں نکالتا۔"(۶)

"آج نورے کو گھر آئے چھٹا دن تھا لیکن اس نے کسی سے کوئی بات نہ کی۔ بالے اور طیفے کے ساتھ تاش کھیلنا تو دور، ہیرا منڈی کے چوک میں بھی ایک لمحے کے لیے نہیں بیٹھا۔ سب حیران تھے۔ آخر نورے کو ہو کیا گیا ہے۔؟ ایسے واقعات تو ہیرا منڈی میں آئے روز ہوتے تھے۔ ایک دفعہ فیضاں نے بات کرنے کی کوشش بھی کی مگر نورے کے تیور ایسے لگتے تھے کہ ابھی کاٹ کھائے گا۔ کہنے لگا۔ میرا تجھ سے کیا رشتہ سوائے اس کے کہ میں تیرا دلال ہوں لیکن تیرے باپ کا تو پھر بھی پتا ہے۔ بچاری چپ سادھ گئی۔ ادھر شریفن کی حالت پاگلوں کی سی ہو گئی۔ اس سے پہلے اسنے بیٹے کی بدلی ہوئی آنکھیں نہیں دیکھی تھیں۔ بلکہ اب تو اس کے کمرے میں بھی آتی ہوئی ڈرتی۔ دل ہی دل میں دعا کرتی کہ جب تک نورے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا۔ خدا کرے کوئی گاہک نہ آئے دروازے کو ایسے کنڈی چڑھائے رکھتی جیسے شریفوں کا گھر ہو۔"(۷)

"پورے قصبے میں ڈھنڈورا پٹ گیا کہ آج چاچا جیرا جانی چور کا قصہ سنائے گا۔ لوگ سنتے گئے اور خوشی خوشی شام ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ سال پہلے کی من ترانیاں آنکھوں کے سامنے گھوم گئیں۔ جیرے نے راجہ نر سلطان کی بپتا اور جانی چور کے معرکے بیچ چوراہے دکھائے تھے۔ ایک بات سب کی سمجھ میں نہ آئی، آخر جیرا قصہ جانی چور سنانے پر تیار کیسے ہوا کہ اس سے پہلے سینکڑوں کی آفریں کی۔ لیکن اس کی اپنی ایک ہی "نہ" تھی جو کسی صورت میں "ہاں" میں نہ بدلی تھی۔ چائے خانوں سے لے کر جواخانوں تک، حیرانی کا دورہ تھا۔ طنبو کے ہوٹل میں دوپہر سے یہی ذکر تھا، جب اس نے دودھ میں کڑچھا ہلاتے ہوئے کہا، بھائی سیف دین! میں تو ایک جانتا ہوں، جیرے میں لاکھ عیب سہی مگر ہے وہ خالص ہیرا۔ میں نے تو اماں جان کی قسم، اس سے کبھی چائے کے پیسے لیے، چاہے ملائی والی پیئے، چاہے تیز پتی کی اور دودھ جلیبی بھی ضرور کہہ کے مفت کھلاتا ہوں۔"(۸)

علی اکبر ناطق اپنی تحریر کی مدد سے ایسا منظر تخلیق کر دیتے ہیں۔ قاری خود کو اسی ماحول کا حصہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ جس کی خوب صورت مثال یہ ہے۔

"ولیم کا بنگلہ کم از کم چار کنال کے رقبے میں تھا۔ انگریز نے برطانیہ کے تنگ رقبے اور لندن کے چھوٹے چھوٹے فلیٹس کا غصہ ہندوستان کی دور تک پھیلی ہوئی ہموار زمینوں پر نکالا تھا۔ تنگ گلیوں اور کواٹروں سے نکلنے کے بعد جب اس نے اتنی کھلی زمینیں اور رقبے بے مصرف پڑے دیکھے جس کا تصور بھی یورپ نہیں کر سکتا تھا۔ تو اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ انھوں نے وہ سارا احساس محرومی یہاں آکر نکالا۔ کئی کئی ایکڑ ڈسٹرکٹ کمپلیکس اور بنگلے بنا دیے۔ جن کو تیار کرنے کے لیے ان کو باہر سے بھی کوئی خرچ نہیں کرنا پڑا تھا۔ اسی طرح ولیم کو ملنے والا بنگلہ بھی اپنی نوعیت کا شاہکار تھا۔ پورے چار کنال رقبے کو گھیرے ہوئے سرخ اینٹوں کی آٹھ فٹ اونچی دیوار اور اس کے سروں پر لوہے کی نوکدار سلاخیں مستزاد تھیں۔ دیوار کے ساتھ تین اطراف سے پچاس فٹ چھوڑ کر درمیان میں بنگلے کی سرخ عمارت تھی۔ تمام عمارت میں سرخ اینٹیں اس صفائی اور مہارت سے استعمال کی گئیں کہ پلستر کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ عمارت کے سامنے بڑا وسیع صحن تھا۔ دیوار کے چاروں طرف اور صحن کے سامنے والی دیوار کے ساتھ پیپل کے دس پندرہ درخت تھے۔ جن کے زرد پتے بکھر رہے تھے۔"(۹)

اُسلوب کا تعلق ہیئت سے بھی ہوتا ہے۔ اگر ہیئت نہ ہو تو ہم اسلوب تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ ہیئت (Form) اسلوب کی نمائندگی کرتی ہے۔ کشافِ تنقیدی اصطلاحات کے مطابق:

"لغوی اعتبار سے ہیئت ایک ایسی خارجی شکل کا نام ہے جو کسی چیز کی انفرادیت کی حدود کو متعین کرتی ہے۔ چنانچہ فنی اعتبار سے ہیئت اظہار کی خارجی صورت کا نام ہے۔"(۱۰)

اظہار کی خارجی صورت کو ہیئت (Form) کہا جاتا ہے لیکن نقادوں نے ہیئت (Form) کی اصطلاح کو ادب کے بارے میں خارجی پیکر تک محدود نہیں رکھا۔ ریاض احمد لکھتے ہیں:

"ایک تو وہ معین اور واضح ہیئت ہے جس کا تعلق سراسر اس کی ظاہری صورت سے ہے اور اس سلسلے میں کوئی الجھن نہیں لیکن دوسری طرف اس معینہ ہیئت کے اندر ہر فن پارہ اپنی ایک علیحدہ ہیت بھی رکھتا ہے۔ یہ ہیئت ان تمام تاثرات کے مجموعے کا نام ہے جو لفظ اپنی مختلف سطحوں یعنی صوتی، معنوی اور تلازمتی سطح پر پیدا کرتا ہے۔"(۱۱)

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

دنیا کی ہر زبان اور ادب اپنی اپنی مخصوص تکنیک اور ہئیت رکھتا ہے۔ ہئیت قدیم بھی ہو سکتی اور جدید بھی۔ اس کے لیے یہ لازم نہیں کہ یہ قدیم ہو۔ ہر زمانہ اور ادب خود اپنے لیے ہئیت تشکیل دیتا ہے۔ داستان کی ہئیت ہمارے آج کے کرداروں سے مناسبت نہ رکھنے کی وجہ سے متروک ہو گئی۔ اسی طرح جب ناول ادب کا حصہ بنا تو اس کی ہئیت اس زمانے اور وقت کے تقاضوں کے مطابق قاری کے سامنے آئی۔ اسی طرح افسانے میں بھی وقت کے ساتھ ساتھ ہئیت کے نئے نئے تجربات سامنے آتے رہے ہیں۔ اس ضمن میں ممتاز شیریں نے تفصیلاً افسانوی تشکیل کے عمل کو بیان کیا ہے:

"ایک برتن بنانے والے کے لیے سب سے پہلے مٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے مواد سمجھ لیجیے۔ پھر اس میں رنگ ملایا جاتا ہے۔ یہ "اسلوب" ہے پھر کاریگر مٹی اور رنگ کے مرکب کو اچھی طرح گوندھتا، توڑتا، مروڑتا، دباتا، کھینچتا، کسی حصے کو گول، کسی کو چوکور، کہیں سے گہرا کرتا ہے اور مخصوص شکل پیدا ہونے تک اسی طرح ڈھالتا چلا جاتا ہے۔ تکنیک کی یہ موٹی سی مثال ہے اور آخر میں جو شکل پیدا ہوتی ہے۔ اسے ہئیت کہتے ہیں اور جو چیز بنتی ہے وہ افسانہ ہے۔"(۱۲)

مندرجہ بالا باتوں کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں کہ ہئیت (Form) سے مراد یہ ہے کہ تخلیق کار اپنے افسانے یا نظم کی ساخت کیسے بناتا ہے۔ آغاز کیسے کرتا ہے۔ اختتام تک کیسے آتا ہے اور افسانے میں واقعات کی ترتیب کیسے بناتا ہے۔ علی اکبر ناطق کے افسانوں میں ہئیت کے تجربات کا جائزہ لیں گے۔ انھوں نے اپنے افسانوں میں خود کلامی کی تکنیک کو منفرد انداز میں بیان کیا ہے۔ خود کلامی کے حوالے سے یہ اقتباس دیکھیے:

"میں دیر تک بوسیدہ دیوار سے لگا، تانگے کے ڈھانچے کو دیکھتا رہا، جس کا ایک حصہ زمین میں دھنس چکا تھا اور دوسرا سوکھے پیڑ کے ساتھ سہارا لیے کھڑا تھا، جس کی ٹُنڈ مُنڈ شاخوں پر بیٹھا کوا کائیں کائیں کر رہا تھا۔ کچھ راہ گیر سلام دعا کے لیے رکے لیکن میری توجہ نہ پا کر آگے بڑھ گئے۔ مجھے اس لکڑی کے پہیے اور بمبو کے ڈھانچے نے کھینچ کر تیس سال پیچھے لے جا پھینکا۔"(۱۳)

علی اکبر ناطق افسانے کو اس طرح تشکیل دیتے ہیں کہ ان کے افسانوں کی ہئیت ان کے افکار کی بہترین ترجمان بن جاتی ہے۔ ان کے افسانے اپنے آغاز و انجام کے اعتبار سے دل چسپ ہوتے ہیں۔ وہ کوشش کرتے ہیں کہ واقعات کے ملاپ سے ایسی صورت حال پیدا کر دی جائے کہ قاری پہلے جملے سے آخری جملے تک افسانہ پڑھنے پر مجبور ہو جائے۔ اس کی سب سے خوب صورت مثال ان کے افسانہ "معمار کے ہاتھ" میں ملتی ہے۔ جس میں اصغر اپنے ملک میں مزدوری کرتا اور بچوں کو پڑھاتا ہے۔ اس چیز سے وہ اکتا گیا اور بیرون ملک چلا جاتا ہے اور وہاں پر جا کر بھی مسائل کا شکار رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کو دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔

علی اکبر ناطق کے افسانوں میں ذاتی تجربات کو پیش کرنے کا رجحان بہت واضح ہے۔ انھوں نے اپنا افسانہ "معمار کے ہاتھ" ذاتی تجربات کی بنا پر لکھا ہے۔ اس افسانے میں بیرون ملک قیام کے دوران پیش آنے والے واقعات کو افسانے کی ہئیت کا حصہ بنایا ہے۔ علی اکبر ناطق اپنی بات کی وضاحت کے لیے، ہئیتی تجربات کرتے ہیں۔ وہ اپنے افسانوں میں مکالمے کے ذریعے بھی کہانی بیان کرتے ہیں۔ ان کے افسانے "زیارت کا کمرہ" سے اقتباس دیکھیے:

"نوجوان مرکزی اصلاحی کمیٹی کے سیکرٹری و ضلع ناظم اسلامی جماعت، جنرل عبدالصمد کے ہاں پہنچے اور معاملہ زیر بحث آ گیا۔ ایک: بھائی عبدالصمد غضب ہو گیا۔

دوسرا: جی اب کے بھی اللہ عذاب نہ بھیجے تو پھر پتا نہیں کیا راز ہے۔؟

تیسرا: راز کیا ہونا ہے، اللہ ہماری غیرت کو آزما رہا ہے۔

چوتھا: دیکھ تو سہی، حرامزادہ ایک تو کنجر ہے اور اوپر سے شیعہ بھی، رفیق بھائی! میں نے ہمیشہ اسے امام باڑے میں دیکھا ہے۔

تیسرا: دیکھا ہے کیا مطلب؟ پورا کافر شیعہ ہے اور کنجر تو وہ ہے ہی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

پہلا: اور اس نزہت بے غیرت کو دیکھو۔ اس کو یہی حرامی عشق لڑانے کو ملا تھا۔ اللہ قسم، پورے شہر میں سنّی مسلمانوں کی ناک کٹوادی، میرا بس چلے تو تیزاب میں غوطے دوں۔"(۱۴)

## حوالہ جات


۱۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، دہلی ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۴ء، ص ۱۲۴
۲۔ حفیظ صدیقی، ابوالاعجاز، اوزانِ اقبال، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۳
۳۔ ایضاً، ص ۵۳
۴۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، ص ۱۷۲
۵۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، اقبال کی اُردو نثر، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۸۳ء، ص ۱۰
۶۔ ناطق، علی اکبر، شاہ محمد کا ٹانگہ، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۹۷
۷۔ ناطق، علی اکبر، قائم دین، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۱۷
۸۔ ناطق، علی اکبر، شاہ محمد ٹانگہ، ص ۲۵
۹۔ ناطق، علی اکبر، نولکھی کوٹھی، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۶۹
۱۰۔ حفیظ صدیقی، اوزانِ اقبال، ص ۱۴
۱۱۔ ریاض احمد، تنقیدی مسائل، اُردو بک سٹائل، لاہور، ۱۹۶۱ء، ص ۱۵۲
۱۲۔ ممتاز شیریں، تکنیک کا تنوع، مطبوعہ معیار، لاہور، ۱۹۶۳ء، ص ۱۵
۱۳۔ ناطق، علی اکبر، شاہ محمد کا ٹانگہ، ص ۳۵
۱۴۔ ایضاً، ص ۶۵